تشکیل معاشرہ کی اسلامی بنیادیں

ISLAMIC FOUNDATIONS FOR THE ESTABLISHMENT OF A SOCIETY

Fakhar Zaman
Dr. Muhammad Humayun Abbas Shams

Abstract:
Man is a social animal by its nature and cannot be indifferent to others in various matters of life. Society needs certain rules and regulations for its survival. In order to fulfill this need God blessed human beings with some divine laws and regulations in every age. Individuals who precede their social life in accordance with these God gifted rules create Islamic society. On the contrary, those living in accordance with man-made social arrangements, create liberal society. Individuals living within an Islamic society base their social relations upon Islamic teaching and creed. These teaching are presented in this article as the foundations for the establishment of a society.

Key Words: Society, Social Animal, Islamic, Foundation, Creed.

خلاصہ
انسان فطری طور پر مدنی الطبع واقع ہوا ہے اور وہ معاشرے سے کٹ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ گویا اجتماعیت اور انسان لازم و ملزوم ہیں۔ انسانی اجتماع کی بقاء کے لئے اللہ تعالیٰ نے معاشرہ کی تشکیل و ترقی کے قوانین دیے ہیں۔ جو معاشرہ ان قوانین کے مطابق زندگی گزارتا ہے، اسلامی معاشرہ کہلاتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں رہنے والے اسلامی عقائد و نظریات کے مطابق زندگی کے تمام معاشرتی معاملات انجام دیتے ہیں۔ اس کے برعکس، جو لوگ الٰہی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنے بنائے قوانین و ضوابط کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، غیر الٰہی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ اس مقالہ میں ان اسلامی عقائد و تعلیمات کا جائزہ لیا گیا ہے جو معاشرہ کے تمام افراد کو باہم مربوط رکھتے اور ایک اسلامی معاشرے کی مضبوط بنیادیں فراہم کرتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: مدنی الطبع، عقیدہ، اسلامی معاشرہ، بنیاد۔

معاشرہ کا معنی و مفہوم

معاشرہ عربی زبان کالفظ ہے جو باب مفاعلہ سے مصدر ہے۔ باب مفاعلہ کا خاصہ یہ ہے کہ اس میں فریقین کا باہم کسی فعل میں شریک ہونا پایا جاتا ہے۔ مثلاً العشرۃ(شھباء: المخالطۃ) یقال (عاشرہ، معاشرۃً وتعاشروا وعتشرو (تخالطو)[1] العشرۃ کا معنی جماعت ہے جس سے مراد باہم میل جول ہے، کہا جاتا ہے کہ عاشرہ معاشرۃً اس کے ساتھ باہم میل جول رکھا، وتعاشروا (وہ باہم مل جل کر رہے۔) واعتشرو (وہ گھل مل گئے) تخالطو(انہوں نے آپس میں میل جول رکھا۔) اسماعیل جوہری کے مطابق: والمعاشرۃ، المخالطۃ، وکذالك التعاشر، والاسم العشیرہ، والعشیر، والمعاشرۃ، وفی الحدیث "اِنَّکُنَّ تُکَثِّرْنَ اللَّعْنِ وتُکْفُرْنَ العشیر" یعنی الزواج لأنه یعاشرھا وتعاشرہ۔[2] ترجمہ: "اور المعاشرہ۔ میل جول، اسی سے تعاشر۔ زندگی گزارنا۔ عشیرہ اور عشیر اور معاشرہ کا اسم بھی اسی سے ہے۔" حدیث میں ہے بے شک تم لعن طعن کی کثرت کرو گی اور خاندانی (میل جول) کا انکار کرو گی۔ یہ فرمان عورتوں سے ہے اس میں "عشیر" سے مراد "زوج" ہے کیونکہ وہ خاندان کی اہم اکائی ہونے کی حیثیت سے زندگی گزارتی ہے اور مرد اس کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔

قرآن کریم نے میل جول کی اسی کیفیت کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے: "وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" (19:4) ترجمہ: "اور ان (عورتوں) کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرو۔" اسی طرح یہ لفظ ساتھی اور دوست کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کی درج ذیل آیت مبارکہ میں یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ "لَبِئْسَ الْمَوْلٰی وَلَبِئْسَ الْعَشِیْرُ" (19:4) ترجمہ: "واقعی وہ بُرا دوست اور بُرا رفیق ہے۔" یعنی عشیر بمعنی معاشر، ساتھی اور دوست ہے[3] اور اسی مادہ سے عشیرۃ کا لفظ بھی قرآن حکیم میں مذکور ہے: "قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ" (24:9) ترجمہ: " آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے۔" عشیرۃ کی تفسیر میں علامہ محمد بن احمد انصاری قرطبیؒ لکھتے ہیں: "وھی الجماعۃ التی ترجع الی عقد واحد کعقد العشرۃ فما زاد ومنه المعاشرۃ وھی الاجتماع علی الشی" یعنی: عشیرۃ بمعنی جماعت ہے اور اسی سے لفظ معاشرہ ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز پر جمع ہونا کے ہیں۔[4] علامہ المصطفوی نے لفظ عشرہ اور معاشرہ میں باہم ربط بیان کرتے ہوئے لکھا: "فان العشرۃ یصدق فیه مصاحبة الاعداد التسعة واختلاطھا وامتزاجھا، فانّ فیه جماع الأعداد شمولاً أو علی البدل"[5] یعنی: "بے شک عشرہ نو

اعداد کے اکٹھے ہونے اور باہمی میل جول اور ہر ایک کی حیثیت پر صادق آتا ہے کیوں کہ اس میں اعداد کا اجتماع ہے شامل ہونے کے اعتبار سے یا بدل ہونے کے اعتبار سے۔"

اُردو زبان میں یہ لفظ تقریباً اسی معنی میں مستعمل ہے۔ اُردو میں معاشرہ کے لیے لفظ سماج جب کہ انگریزی میں سوسائٹی بولا جاتا ہے۔ سماج یعنی جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے، اپنی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے۔[6] انگلش ڈکشنری (Society) معاشرہ کی تعریف یوں بیان کرتی ہے:

(i) "State of living in association with other individuals; Customs and Organization of ordered community; any social community."

(ii) "Association of Persons with common interest, aim, principle, etc."[7]

اسلامی معاشرہ سے مراد ایک ایسا معاشرہ ہوتا ہے جہاں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی عقائد و نظریات اور اسلامی روایات کو بالادستی حاصل ہو جہاں زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی روح رواں ہو۔ یہ معاشرہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا عکاس ہوتا ہے: "اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا"[8] یعنی: "ایک مومن دوسرے مومن کے لیے مثل عمارت کے ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط بناتا ہے۔"

تشکیل معاشرہ کی اسلامی بنیادیں

اسلامی معاشرہ کی اساس ان قرآنی تعلیمات اور اصول و ضوابط پر قائم ہے جو اللہ رب العزت نے انسان کی رشد و ہدایت کے لیے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات انسانی طبائع و تقاضائے سے مکمل طور پر واقف ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات میں جامعیت بھی ہے اور استحکام بھی۔ اب یہ تعلیمات قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے منارہ نور ہیں۔ تشکیل معاشرہ کی اسلامی بنیادیں جن پر ایک مثالی اور رفاہی معاشرہ قائم ہوتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1. عقائد اسلام

عقائد اسلام میں اللہ پر ایمان، اس کے فرشتوں پر ایمان، اس کے رسولوں پر ایمان، اس کی کتابوں پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان اور اچھی بُری تقدیر پر ایمان شامل ہے۔ معاشرتی استحکام میں یہ عقائد بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

1-1۔ ایمان باللہ

اسلام کا سب سے پہلا بنیادی عقیدہ، عقیدہ توحید ہے یعنی اللہ پر ایمان اور یہی عقیدہ ایمانیات کے دیگر شعبوں کے لیے بنیاد ہے اور اسی پر اسلام کی تعلیمات کا مکمل انحصار ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایمان کی وضاحت فرماتے ہوئے عقیدہ توحید کو باقی تفصیل کی اساس بنایا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " اَلْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ

وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ"[9] یعنی: "ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی لقا یعنی ملنے پر اور اس کے رسولوں پر اور تم ایمان لاؤ دوبارہ جی اُٹھنے پر۔" اللہ پر ایمان یہ وہ لازمی عقیدہ ہے کہ باقی تمام عقائد بھی اس کے حوالے سے تسلیم کیے جاتے ہیں۔ حدیث مبارکہ کے کلمات شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کو کوئی حوالہ نہیں دیا گیا بلکہ مستقل حکم ارشاد ہوا، جبکہ دیگر عقائد کے بیان میں ضمیر کا بیان، ان کی نسبت کا تعین کر رہا ہے کہ اس کے فرشتے، اس کے رسول، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کیا جائے گا تو دیگر عقائد کا حوالہ معتبر ہوگا۔

عقیدہ توحید کے ضمن میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کے اکثر مذاہب نے خدا کے وجود کو تسلیم کیا ہے اور بعض نے انکار بھی کیا ہے۔ انکار کرنے والوں کے نظریات کی قرآن نے تردید کی ہے اور وجود باری تعالیٰ پر متعدد دلائل پیش کیے ہیں، قرآن مجید میں بے شمار آیات ہیں جن میں کائنات اور اس میں موجود دیگر چیزوں کے وجود کو خالق کے وجود پر دلیل بنایا گیا ہے۔ خود فطرت انسانی میں خدا کے وجود کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب انسان انتہائی مشکل حالات میں پھنس جاتا ہے اور اُسے بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تو اس وقت وہ ایک خدا کو پکارتا ہے۔ قرآن مجید میں اس انسانی فطرت کی پکار کو کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے: "وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" (12:10) ترجمہ: "اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے (تو اس وقت) پکارتا ہے ہمیں لیٹا ہوا ہو یا بیٹھا ہوا ہو یا کھڑا ہوا ہو۔ پھر جب ہم دور کر دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف تو چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں (کبھی) پکارا ہی نہیں تھا کسی تکلیف میں جو ہمیں پہنچتی ہے اسی طرح آراستہ کر دیئے گئے حد سے بڑھنے والوں کے لیے وہ کرتوت جو وہ کرتے تھے۔"

کسی بھی معاشرہ میں فساد کی ایک بڑی وجہ افراد معاشرہ کا فکری انحراف ہے جس کی وجہ سے باطل نظریات کی طرف جھکاؤ اور حق سے دوری ہو جاتی ہے اور یہ فکری انحراف اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں سے غفلت اور اس میں غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے عام انسانوں کی غفلت اور اس کے نتیجہ میں ان کے کفر و شرک کا حال بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے: "وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ" (105,106:12) ترجمہ: "اور کتنی ہی (بے شمار) نشانیاں ہیں جو آسمانوں اور زمین (کے ہر گوشہ) میں ہیں جن پر (ہر صبح و شام) گذرتے ہیں اور وہ ان سے روگردانی کیے ہوتے ہیں اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ مگر اس حالت میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔" کائنات کی ایک ایک چیز اپنے بنانے والے پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طاقت کا اعتراف اور اس کی اطاعت و بندگی کا نام ایمان باللہ

ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "یَاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" (2:21,22) ترجمہ: "اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے پیدا فرمایا تمہیں اور جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ وہ جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت اور اُتارا آسمان سے پانی، پھر نکالے اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کے لیے اور پس نہ ٹھہراؤ اللہ کے لیے مدمقابل اور تم جانتے ہو۔" جبکہ تم جانتے ہو کہ مذکورہ کاموں میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ایک جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: "لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" (42:11) ترجمہ: "اس کے جیسے کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات اور ناموں کا قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں ذکر ملتا ہے کہ وہ علیم و خبیر ہے، وہ سمیع و بصیر ہے، وہ رحیم و کریم، قادر مطلق اور جبار و قہار ہے۔ اب جس معاشرہ کے افراد کے دل و دماغ میں اس ذات کا مع اس کے اسماء و صفات کا عقیدہ راسخ ہو گا کہ ایک علیم و خبیر اور سمیع و بصیر ذات ان کی ہر حرکت کو دیکھ رہی ہے حتیٰ کہ دل میں پیدا ہونے والے پوشیدہ خیال سے بھی باخبر ہے تو ظاہر ہے پھر اس معاشرہ کے افراد آپس کے باہمی معاملات میں ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی ایک دوسرے پر ظلم و ستم کریں گے بلکہ ایک دوسرے کے حقوق کو پوری دیانت داری کے ساتھ ادا کریں گے۔ اس طرح ایک اچھا پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے گا۔

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں تھے کہ ایک جگہ انہوں نے کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا تو اسی دوران ایک چرواہا اپنی بکریاں لے کر وہاں سے گزرا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کھانے میں شریک ہونے کے لیے بلایا، اس نے کہا میں روزہ سے ہوں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سخت گرمی اور دھوپ میں؟ اس چرواہے نے کہا کہ آنے والے دن کے لیے ذخیرہ کے طور پر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا امتحان لینا چاہا کہا کہ ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کر دو، ہم اس کا گوشت پکائیں گے۔ چرواہے نے کہا: بکریاں میری نہیں ہیں اور مالک موجود نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا کھا گیا ہے، تو چرواہے نے جواب دیا "فَأَيْنَ الله" تو اللہ کہاں چلے گئے، اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر اس جملہ کا اتنا اثر ہوا کہ آپ بار بار دہراتے رہے۔ "فَأَيْنَ الله، فَأَيْنَ الله" اور مدینہ واپس آنے کے بعد اسے اور بکریوں کو اس کے آقا سے خرید کر آزاد کر دیا اور بکریاں اس چرواہے کے حوالے کر دیں۔[10]

آج کے معاشرہ میں جھوٹ، فریب، خیانت، چوری، زنا اور دوسروں کے مال پر ناحق قبضہ ایک عام بات ہو چکی ہے اور ملکی قوانین کے سد باب سے عاجز ہیں لیکن شہر سے دور صحرا و بیابان میں جہاں قانون کی رکھوالی کرنے والا کوئی آفیسر موجود نہیں وہاں صرف ایک اللہ ہی کا خوف ہے جو ایک چرواہے کو بد دیانتی اور خیانت سے باز رکھتا ہے۔ عہد فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم جاری کر رکھا تھا کہ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ قابل تعزیر جرم ہے اور کوئی مسلمان مرد اور عورت اس جرم کا مرتکب نہ ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک رات گشت کر رہے تھے کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ دودھ میں پانی ملا دو تاکہ کچھ زیادہ پیسے وصول ہو جائیں گے۔ بیٹی نے ماں کو امیر المومنین کا حکم یاد دلایا تو ماں نے کہا: امیر المومنین کون سا دیکھ رہا ہے، بیٹی نے جواب دیا: اگر امیر المومنین ہمیں نہیں دیکھ رہا تو خدا تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ میں ہر گز دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی۔[11]

2-1۔ایمان بالرسالت

ایمان باللہ کے بعد اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ ایمان بالرسالت ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیے گئے انبیاء و رسل پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی انسان پر یہ خصوصی رحمت و شفقت ہے کہ اس رحیم و کریم رب نے جسمانی توانائی اور عقل و شعور کی نعمت کے ساتھ الہامی رہنمائی بھی عطا کی، اس لیے کہ جسمانی توانائی بسا اوقات ظلم و جبر اور اندھی قوت کا مظہر بن جاتی ہے اور عقل و شعور کی سرفرازی کئی بار ذاتی اغراض کے حصار کی محدودیت سے انانیت کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ہوا و ہوس کا کارزار برپا ہوتا ہے اور اس کی پاداش میں انسانی معاشرہ فساد برپا کرنے لگتا ہے۔ شرف انسانیت کی توہین ہوتی ہے اور معاشرہ حیوانیت کا اسیر ہو جاتا ہے۔ انبیاء کرام اور رسولان عظام علیہم السلام انسان اور انسانی معاشرہ کو انہی پستیوں سے نجات دلانے کی سعی کرتے ہیں۔[12]

اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ، رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان بھی معاشرہ کی اصلاح کے لیے اساسی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ افراد انسانی کی عقلیں مختلف ہیں، ہر شخص اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق اچھا عمل کرنے کی سعی کرتا ہے مگر ہو سکتا ہے کہ اس کا وہ عمل انسانی معاشرہ کے لیے مفید اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل نہ ہو۔ اس لیے اس امر کی پابندی ضروری ہے کہ جس ذات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی توضیح و تبیین اور احکام کی تبلیغ کے لیے اپنے بندوں کے درمیان مبعوث فرمایا ہے اس کی زندگی کو اُسوہ بنایا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ ﷺ کی زندگی کو مومنوں کے لیے اُسوہ قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (21:33) ترجمہ: ''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات مبارکہ میں نمونہ موجود ہے۔''

اسی طرح نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی اقتدا اور اطاعت میں اپنی زندگی بسر کی جائے کیونکہ آپ کی اطاعت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور یہی حقیقی اسلام ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ'' (80:4) ترجمہ: ''جس نے رسول کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اسی طرح خود نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے وضاحت فرمادی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ، فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ''[13] ترجمہ: ''جس نے محمد (ﷺ) کی اطاعت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، محمد ﷺ ہی لوگوں کے مابین نشان امتیاز ہیں۔'' اس حدیث کا آخری حصہ واضح کررہا ہے کہ اب انسانوں کے درمیان اچھے یا بُرے، نیک یا بد کا فیصلہ کرنا ہو تو معیار، نبی کریم ﷺ کا وجود ہی ہوگا۔ نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی تعلیمات اور آپ کی اتباع کو پس پشت ڈال کر اپنی عقل و ہویٰ سے معاملہ کرنا، انسان کو خود غرضی اور مفاد پرستی کی طرف لے جائے گا جو فساد معاشرہ کا باعث ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَـفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ'' (71:23) ترجمہ: ''اگر حق پیروی کرتا ان کی خواہشات (نفسانی) کی تو درہم برہم ہو جاتے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔''

3-1۔ ایمان بالآخرۃ

اسلام کا تیسرا اہم عقیدہ، آخرت پر ایمان ہے۔ یہ عقیدہ بھی معاشرہ کو صالح اور پاکیزہ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس عقیدہ پر ایمان رکھنے والا بہت سی سماجی و معاشرتی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ قرآن کریم میں جتنا زور ایمان باللہ پر دیا گیا ہے قریب قریب اتنا ہی زور ایمان بالآخرۃ پر بھی دیا گیا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی عقیدۂ آخرت کی ضرورت واہمیت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یوم آخرت اور حیات آخرت پر ایمان، اسلام کی نہایت اہم تعلیم ہے اور قرآن پاک میں ایمان باللہ کے بعد اسی پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے کیونکہ موجودہ دنیا کے تمام اعمال اور اس کے نتائج کی اصلی اور دائمی بنیاد اسی آئندہ دنیا کے گھر کی بنیاد پر قائم ہے۔ اگر یہ بنیاد متزلزل ہو جائے تو اعمال انسانی کے نتائج کا ریشہ ریشہ بیخ و بن سے اکھڑ جائے گا۔''[14]

قرآن کریم میں توحید ورسالت کے ساتھ خاص طور پر آخرت، بعث بعد الموت اور جزاوسزا کے تصور کو واضح کیا گیا ہے اور اس حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اس دنیا کی زندگی عارضی و فانی ہے۔ اصل و ابدی زندگی آخرت کی زندگی ہے، جو اس زندگی میں کامیاب رہا وہی حقیقی کامیاب و کامران ہے۔ سورۃ الحدید میں ایک تمثیل کے ذریعہ دنیاوی زندگی کی حقیقت کو انتہائی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ

الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ" (20:57) ترجمہ: "خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور (سامان) آرائش ہے اور آپس میں اترانا اور ایک دوسرے سے زیادہ مال اور اولاد حاصل کرنا، اس کی مثال یوں سمجھو جیسے بادل برسے اور نہال کردے کسان کو اس کی (شاداب و سرسبز) کھیتی، پھر وہ (یکایک) سوکھنے لگے تو وہ اسے دیکھے کہ اس کا رنگ زرد پڑ گیا ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے اور (دنیا پرستوں کے لیے) آخرت میں سخت عذاب ہو گا اور (خدا پرستوں کے لیے) اللہ کی بخشش اور اس کی خوشنودی ہو گی اور نہیں ہے دنیاوی زندگی مگر نرا دھوکہ۔"

اسی طرح قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ معاشرہ میں رہتے ہوئے ایک انسان سے جو بھی افعال سرزد ہوں گے آخرت کے روز اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ" (7,8:99) "پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہو گی وہ اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہو گی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔" اللہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان، انسان کو بہت سی معاشرتی بُرائیوں میں پڑنے سے روک لیتا ہے۔ قرآن کریم کی اس بلیغ اور موثر تنبیہ پر غور کریں جو اس نے معاشرہ کے ایک اہم معاملہ خرید و فروخت میں فساد اور خرابی پھیلانے والوں کو فرمائی ہے: "وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۔ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۔ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ۔ اَلَا يَظُنُّ اُولٰۗىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۔ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" (6-1:83) ترجمہ: "بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، جب وہ لوگوں سے ناپ تول کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو (ان کو) نقصان پہنچاتے ہیں۔ کیا وہ اتنا خیال بھی نہیں کرتے کہ انہیں قبروں سے اُٹھایا جائے گا، ایک بڑے دن کے لیے جس دن لوگ (جواب دہی کے لیے) کھڑے ہوں گے پروردگار عالم کے سامنے۔"

حقیقت یہ ہے کہ معاشرہ کی اصلاح میں ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ ایمان باآخرۃ کا بھی بہت عمل دخل ہے۔

عہد رسالت میں صحابی رسول حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ سے گناہ سرزد ہو گیا تو وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور زنا کر بیٹھا ہوں۔ اب چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے پاک کر دیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: شاید تم نے چھیڑ چھاڑ کی یا بوس و کنار کی ہو، مگر حضرت ماعز نے ہر بار تردید کی اور گناہ کا اعتراف کرتے رہے اور اس بات پر مصر رہے کہ حد جاری کر

کے انہیں پاک کیا جائے۔ بالآخر نبی کریم ﷺ نے انہیں رجم کرنے کا حکم صادر فرما دیا اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر بخوشی حد نافذ کرائی۔[15]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز تھی جس نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو گناہ کا اعتراف کرنے پر ابھارا اور دنیا میں ہی سزا پانے کے لیے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں لا کھڑا کیا، تو اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ وہ آخرت کا خوف تھا کہ آخرت کے عذاب سے بچ جائیں اور اللہ کی بارگاہ میں شرمندہ نہ ہوں۔ غرض پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر میں عقیدۂ آخرت بنیادی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ جب لوگوں کے دلوں میں یہ حقیقت مستحضر ہو جائے کہ ان کے ہر عمل کو ایک علیم و خبیر ذات دیکھ رہی ہے، پھر آخرت کے دن اس کے سامنے پیش ہو کر انہیں ایک ایک عمل کا پورا پورا بدلہ پانا ہے تو یہ خیال ہی انہیں بہت سی اخلاقی و معاشرتی بُرائیوں سے بچا لیتا ہے۔

2. اخوت و بھائی چارہ

اخوت و بھائی چارہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل کی اہم بنیاد ہے۔ اسلام، معاشرہ کے تمام افراد کو اسی بنیاد پر معاملات استوار کرنے کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ اخوت و بھائی چارہ ایک ایسا تصور ہے کہ جس سے انسان ایک دوسرے کی خیر خواہی، باہمی محبت و ایثار، ہمدردی، نصرت و تعاون اور حقوق کی ادائیگی کی طرف فطری طور پر آمادہ ہوتا ہے۔ اخوت ایک ایسا روحانی اور ایمانی رشتہ ہے جو تمام مادی رشتوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ یہ رشتہ مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے، ایثار و قربانی، باہمی تکافل و تناصر اور تعاون و تضامن کی روح کو پروان چڑھاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" (10:49) ترجمہ: "بے شک مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔"

نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ معاشرتی بُرائیوں میں مبتلا ہو کر باہمی تعلقات خراب کرنے کے بجائے رشتہ اخوت کو مضبوط کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا"[16] ترجمہ: "اللہ کے بندو سب بھائی بھائی بن جاؤ۔" آپ ﷺ تو مومنوں کی اخوت سے آگے بڑھ کر عالمگیر انسانی اخوت کے علم بردار تھے۔ آپ تمام انسانوں کو اخوت کی لڑی میں جڑا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ اکثر یوں اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا فرماتے تھے: "اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ إِخْوَةٌ"[17] ترجمہ: "اے ہمارے رب! ہر شے کے پروردگار میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے تمام بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

مدنی معاشرہ بنیادی طور پر اخوت، محبت اور ہمدردی کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، جیسا کہ ایک حدیث نبوی میں ارشاد ہوا ہے: "تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى"[18] "تو ایمان والوں کو آپس کی رحمت، محبت اور مہربانی میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا، جب کسی

عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام جسم کے اعضاء بیداری اور بخار کی کیفیت میں مبتلا رہتے ہیں۔" اس حدیث مبارکہ میں اجتماعی مسلم سوسائٹی کو جسد واحد سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسانی جسم متنوع نظام اور متفرق اعضاء کے باہمی اتصال ہی سے تشکیل پاتا ہے کہ ان میں اگر اتصال ہو گا تو جسم کارکردگی دکھائے گا اور ہر عضو مکمل صورت میں اپنا صحیح عمل سرانجام دے سکے گا۔ اس کے برعکس اگر اتصال نہیں ہو گا تو جسم صحیح کارکردگی نہیں دکھائے گا اور بیماری کے اثرات پورے جسم کی کارکردگی کو متاثر کر دیں گے۔

اسی مفہوم کو آپ ﷺ نے ایک عمارت کی مثال سے واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ"[19] ترجمہ: "ایک مومن دوسرے مومن کے لیے مثل عمارت کے ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط بناتا ہے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔" اس حدیث مبارکہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں ایک فرد کی دوسرے فرد کے ساتھ محبت و شفقت اور خیر خواہی اس درجہ ہوتی ہے جس طرح ایک عمارت کی اینٹیں باہم پیوست ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کے سہارے کا باعث بھی بنتی ہیں اور ایک دوسرے کا بوجھ بھی سہارتی ہیں۔ اگر کسی عمارت کی اینٹوں میں یہ کیفیت نہ ہو کہ وہ باہم ایک دوسرے کو سہارا دیں اور ایک دوسرے کا بوجھ اُٹھائیں تو پھر ایسی عمارت شکست و ریخت کے عمل سے نہیں بچ سکتی۔

باہمی محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ قربت کا احساس وہ جذبات ہیں جن کی بنیاد پر اسلامی معاشرہ کے تمام افراد آپس میں تعلقات استوار کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے معاشرہ میں محبت کے فروغ پر بہت زور دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنوں میں مومن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"[20] اسلامی معاشرہ میں مسلمانوں کے آپس کے تعلقات کا دارومدار باہمی محبت و احترام پر ہوتا ہے۔ کوئی امیر کسی غریب کو حقیر نہیں سمجھ سکتا، نہ کوئی حاکم کسی کو محکوم اور نہ ہی کوئی طاقتور کسی کمزور کو نیچا دکھا سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایک شخص کے بُرا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔"[21] معاشرہ میں رہتے ہوئے اگر کوئی دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی یہ لڑائی یا ناراضی تین دن سے زائد نہیں ہونی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایک مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔"[22]

ہجرت مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان مواخاۃ کروادی، یہ مواخات نوے افراد کے مابین کرائی گئی جن میں ۴۵ افراد مہاجرین میں سے اور ۴۵ افراد انصار میں سے تھے۔ مواخات کے نتیجہ میں دو افراد کو ایک دوسرے پر خاص حقوق حاصل ہو گئے، جن میں ایک یہ بھی تھا کہ وہ آپس میں ایک

دوسرے کی معاونت کریں گے اور یہ باہمی معاونت کسی خاص معاملے کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ زندگی کے تمام مسائل پر محیط تھی خواہ وہ مادی مسائل ہوں یا روحانی، ایک دوسرے کی مدد اور دیکھ بھال سے لے کر باہمی محبت اور دوستانہ روابط تک اس تعاون کے دائرے میں شامل تھے۔ مواخات کی ایسی مثال تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی، انصار مدینہ نے اپنی جائیداد واملاک میں مہاجرین کو برابر کا حصہ قرار دے دیا۔ حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مہاجر رضی اللہ عنہ اس مواخاتی رشتہ میں بھائی بھائی بنے۔ حضرت سعد نے پورے جذبہ اخوت کے ساتھ اپنے مواخاتی بھائی عبدالرحمٰن سے کہا: ”میرے پاس جتنی دولت ہے، میں اسے اپنے اور تمہارے درمیان برابر برابر تقسیم کر رہا ہوں، میری دو بیویاں ہیں جسے تم پسند کرو میں اُسے طلاق دے دیتا ہوں اور تم عدت کے بعد اس سے نکاح کر لینا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بھی اسی جذبہ سے جواب دیا: ”اللہ تمہارے مال اور تمہاری بیویوں کو تمہارے لیے باعث برکت بنائے مجھے بازار کا راستہ دکھادو۔“ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ شام کو بازار سے واپس آئے تو ان کے پاس اتنی بچت ہو چکی تھی کہ اپنے کھانے کے لیے پنیر اور گھی لیتے آئے۔“[23]

جس مواخات کی بنیاد عقیدہ اور مذہب پر ہو وہ مواخات اس جماعت کی مضبوطی اور پائیداری کی بنیاد بن جاتی ہے۔ دراصل یہی وہ بنیاد ہے جو ان کی معاشرتی زندگی میں دین کے نفاذ کو مکمل بناتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ مواخات کے حد درجہ شائق تھے پھر مواخات کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گئے اور ان کی شخصیتوں میں مبادی اسلام کا عملی نمونہ جگمگانے لگا۔

3. خیر خواہی و ہمدردی

اسلامی معاشرہ کا ایک اہم اساسی اصول باہمی تعاون خیر خواہی و ہمدردی ہے، جو باہمی تعلقات کے استحکام اور پائیداری میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں بُرائی اور زیادتی کے کاموں میں تعاون کرنے پر پابندی عائد کی ہے کیونکہ اس سے معاشرہ کا امن و سکون تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ (2:5) ترجمہ: ”اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔“ اس آیت میں مسلم و غیر مسلم سے باہمی تعاون و تناصر کا سنہری اصول بتایا گیا ہے ”البر“ ای التوسع فی فعل الخیر[24] یعنی خیر کے کاموں کی کثرت اور التقوی: اجتناب کل ما فیہ ضرر الامر الدین۔[25] ہر اس کام سے اجتناب کرنا جو دین کے لیے ضرر رساں ہو۔ ”بر“ قرآن کریم کی ایک جامع اور معروف اصطلاح ہے جس میں معاشرتی بھلائیوں کا ایک ایسا جامع نقشہ دیا گیا

ہے جس میں رفاہی معاشرہ کے سارے پہلو شامل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآىِٕلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ''(177:2) ترجمہ: ''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے رخ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دے اور غلام آزاد کرنے میں خرچ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے وعدوں کو جب کسی سے وعدہ کرتے ہیں اور کمال نیک ہیں جو مصیبت میں اور سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرتے ہیں، یہی لوگ راست باز ہیں اور یہی لوگ حقیقی پرہیزگار ہیں۔''

''تعاونوا علی البر'' کے مذکورہ پہلوؤں کے علاوہ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ معاشرہ میں رہتے ہوئے دو افراد یا دو گروہوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو ان کے باہمی اختلاف کو دور کرکے ان کے درمیان صلح کروا دینی چاہیے۔ افراد معاشرہ کے ساتھ نیکی کے کاموں میں ہر ممکن تعاون اور باہمی معاملات میں ان کا خیر خواہ رہنا چاہیے کیوں کہ خیر خواہی انبیاء کرام کی سنت اور ان کا طریقہ رہا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ''اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ''(68:7) ترجمہ: ''میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جو دیانت دار ہو۔'' اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اصلاح معاشرہ کے لیے ایک انتہائی بلیغ نصیحت فرمائی، جب قوم نے حضرت شعیب کی نصیحت کو قبول نہ کیا اور عذاب کے مستحق ہو گئے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ''وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ''(93:7) ترجمہ: ''اے میری قوم! بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہیں نصیحت بھی کر دی تھی تو پھر میں کافر قوم (کے تباہ و برباد ہونے) پر افسوس کیوں کروں۔''

نبی اکرم ﷺ نے اسی نصیحت اور خیر خواہی کو دین بتلایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَالْأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔''[26] ''دین خیر خواہی کا نام ہے ہم نے عرض کیا کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی کتاب اور اس کے رسول کے لیے ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے لیے۔'' حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں

حاضر ہوا اور عرض کیا میں اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے مجھے اس شرط پر بیعت کیا کہ میں ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔[27] ایک حدیث میں ہے لوگوں میں سے بعض کو بعض سے فائدہ اٹھانے دو اور جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے نصیحت (اور مشورہ) طلب کرے تو اُسے اپنے بھائی کی خیر خواہی کرنی چاہیے۔[28]

ایک دوسری حدیث میں خیر خواہی نہ کرنے والے کے لیے سخت وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت معقل بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے رعایا کا حکمران بنایا مگر اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہبانی کا فریضہ ادا نہ کیا تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔[29] اسلامی معاشرہ میں افراد ایک دوسرے کی بھلائی اور نفع رسانی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اکثر معاشرہ میں امن عامہ کی خرابی اس بات سے جڑی ہوتی ہے کہ شر پسند اور فتنہ جو عناصر معاشرہ میں اپنے حامی اور طرف دار پا لیتے ہیں۔ اگر افراد معاشرہ میں نیکی اور خیر خواہی کے کاموں میں تعاون اور بدامنی میں عدم تعاون کا شعور عام ہو جائے تو معاشرہ سے فتنہ و فساد بالکل محدود ہو جائے گا۔

4. امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ معروف سے مراد ہر وہ امر ہے جو عقل سلیم اور سنجیدہ طبع لوگوں کے نزدیک خیر کے طور پر معروف ہو اور شریعت کی نگاہ میں فرد اور جماعت سب ہی کے لیے صالح اور نفع بخش ہو، اور منکر، معروف کی ضد ہے یعنی ہر وہ کام جو شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ اور قبیح ہو، اس لیے کہ وہ معاشرہ کے لیے ضرر رساں اور فساد کا باعث ہے۔ بعض نے معروف کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ''النَّصَفة، وحسن الصحبة مع الاهل وغيرهم''[30] کسی بھی معاشرہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں متعدد جگہوں پر مختلف پیرایہ میں اس کی ضرورت و اہمیت کی جانب توجہ مبذول کروائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' (104:3) ترجمہ: ''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف لائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔''

بعض مفسرین کے نزدیک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دینا علماء اور حکام وقت کا کام ہے اور بعض کے نزدیک تمام اُمت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: ''ہر نفوس پر تبلیغ حق فرض ہے تاہم ایک جماعت کو خاص اسی کام میں مشغول رہنا چاہیے۔''[31] معلوم ہوا کہ انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا واجب ہے۔ معاشرہ کی اصلاح اور خیر کے قیام میں "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" ان دونوں کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کو ایمان باللہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور ان کی بنیاد پر اس معاشرہ کو خیر کی سند عطا کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (110:3) ترجمہ: "تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔"

نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے قرآن نے معروف و منکر کا خصوصی ذکر کیا ہے۔ "يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ" (157:7) ترجمہ: "آپ انہیں نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور بُرائیوں سے روکتے ہیں۔" اسی طرح مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اچھے کام کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (71:9) ترجمہ: "اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں۔" اسی طرح قرآن نے مسلمان صاحب اختیار لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خصوصی تذکرہ کیا ہے: "اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ" (41:22) ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ قائم کریں گے نماز کو اور ادا کریں گے زکوۃ کو اور حکم دیں گے نیکی کا اور روکیں گے برائی سے۔"

انسان طبعی طور پر کمزور واقع ہوا ہے اور اکثر غفلت و نسیان کا شکار ہو کر ہوس پرستی، ظلم و تعدی اور خود غرضی جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ گاہے بگاہے اس کی تذکیر کی جائے، اسے خیر کی طرف بلایا جائے اور اس کی غلط حرکات پر اسے متنبہ کیا جائے کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں پورا معاشرہ ہلاکت کا شکار ہو جائے گا۔ ایک حدیث میں نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے اسی بات کو ایک نہایت ہی آسان تمثیل کے ذریعے واضح کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں مداہنت کرنے والوں کی مثال اس قوم کی طرح ہے جو قرعہ اندازی کے ذریعہ کشتی میں سوار ہوئی، بعض لوگوں کو کشتی کے بالائی حصے میں جگہ ملی اور بعض لوگوں کو اس کے نچلے حصہ میں جگہ ملی۔ وہ لوگ جو نچلے حصہ میں تھے پانی لینے کے لیے اوپر والے حصہ میں جاتے تو کچھ پانی اوپر والے حصہ میں گر جاتا، جس سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی، اس پر اوپر والے حصہ کے لوگوں نے کہا کہ ہم تمہیں اوپر نہیں آنے دیں گے کیوں کہ تم ہمیں تکلیف پہنچاتے ہو، اس پر نچلے حصہ والوں نے کہا ہم کشتی کے نیچے سوراخ کر لیں گے اور وہیں سے پانی لے لیں گے۔

(آپ ﷺ نے فرمایا) اب اگر اوپر والے ان کو ایسا کرنے سے روک دیں گے تو سب نجات پا جائیں گے اور اگر انہیں ایسا کرنے سے نہیں روکیں گے تو سب ڈوب جائیں گے۔[32]

یہی حال معاشرہ کا ہے اگر معاشرہ میں بُرائیوں اور خرابیوں پر نکیر نہ کی جائے یعنی بُرے کام کرنے والوں کو ان کی بُرائی پر روکا نہ جائے تو پورا معاشرہ بُرائیوں کی لپیٹ میں آجائے گا اور معاشرہ کے تمام افراد، بُرائیوں کے بُرے اثرات سے دوچار ہوں گے اور اگر بُرائی کو دیکھتے ہی اس کو ختم کر دیا جائے تو تمام افراد معاشرہ اس کے بُرے نتائج سے محفوظ رہیں گے۔ اسی لیے اللہ کے محبوب نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ"[33] "تم میں سے کوئی جب بری بات دیکھے تو چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ کے ذریعہ دور کر دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنے دل کے ذریعہ اس کو دور کر دے، یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔" ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے منکر پر نکیر کو جہاد سے تعبیر کیا ہے۔[34] اور دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نیکی کا حکم نہ دے اور بُرائی سے منع نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"[35]

5. حدود و تعزیرات

اسلامی معاشرہ کی تشکیل کی ایک بنیاد حدود و تعزیرات ہیں۔ ان سے مراد وہ دنیاوی سزائیں ہیں جو کسی جرم پر شریعت اسلامیہ کی طرف سے مقرر کی گئی ہیں یا وہ سزائیں جو حاکم یا قاضی اپنی صوابدید سے طے کرتا ہے۔ اس میں وہ وعیدیں یا اُخروی سزائیں بھی شامل ہیں جو کتاب اللہ یا احادیث نبویہ میں مذکور ہیں۔ معاشرہ کی اصلاح میں حدود و تعزیرات کو کافی عمل دخل ہے۔ کیونکہ اکثر انسانی نفوس کا میلان جبر و زیادتی اور غلبہ شر و عدوان کی طرف ہوتا ہے اور ہر طاقت والا کمزور کو دبانا چاہتا ہے۔ نیز انسانی طبائع بھی مختلف ہیں، بعض لوگوں کی اصلاح کے لیے نرم کلامی اور وعظ و نصیحت ہی کافی ہوتی ہے، بعض لوگوں پر وعظ و نصیحت کا بالکل اثر نہیں ہوتا ان کو زجر و توبیخ کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض لوگ اس سے بھی آگے بڑھ چکے ہوتے ہیں ان کے لیے جسمانی سزا اور قید و بند یا شہر بدری کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام نے جرائم پر سزائیں مثلاً چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا، زنا کی سزا رجم کرنا یا سو کوڑے لگانا، شراب نوشی کی سزا اسّی کوڑے مارنا، ڈاکہ زنی کی سزا ہاتھ پاؤں کا مخالف سمت سے کاٹنا، قتل و بغاوت کی سزا گردن زنی اور ظلم و تعدی کی سزا برابر کا انتقام مقرر فرما کر معاشرہ کے عام انسانوں کو امن فراہم کرنے کی مؤثر تدبیر فرمائی ہے۔ حدود و تعزیرات کا خوف انسان کو بہت سی بُرائیوں سے دور رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر فساد فی الارض، راہزنی لوٹ مار کو ہی لیجئے جو کسی

بھی ملک اور معاشرہ میں بدامنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اسلام نے اس کا سختی سے مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی سزا نہایت ہی عبرتناک مقرر کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ'' (33:5) ترجمہ: ''بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں (چن چن کر) قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ تو ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں (اس سے بھی) بڑی سزا ہے۔''

اگر راہزن، فسادی اور ڈاکہ ڈالنے والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے جرائم کی پاداش میں انہیں عبرتناک سزائیں دی جائیں گی تو وہ ہرگز معاشرہ کے پرامن ماحول کو برباد کرنے کی جرات نہیں کریں گے۔ اسی طرح اگر کسی معاشرہ میں چوروں کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ چوری کرنے کے نتیجہ میں ہمیشہ کے لیے ایک ہاتھ سے محروم ہو جائیں گے تو وہ لازماً اپنے ہاتھ کی حفاظت کو دوسرے کا مال چرانے پر ترجیح دیں گے، اس طرح معاشرہ میں چوری کی واردات کم ہی نہیں بلکہ ختم ہو جائیں گی۔ ان سزاؤں کا مقصد ایک طرف تو معاشرہ کے بعض افراد کی کج روی کو درست کرنا ہے تو دوسری طرف معاشرہ کے امن و سکون اور پاکیزگی کو بچائے رکھنا ہے، کیونکہ بسااوقات یہ سزائیں خود مجرم کی اصلاح کا سبب بن جاتی ہیں اور عموماً یہ دوسروں کے لیے عبرت کا باعث ہوتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ'' (179:2) ترجمہ: ''اے عقل والو! قصاص میں ہی تمہارے لیے زندگی ہے۔''

ظاہر ہے اگر ناحق قتل کی یہ سزا نہ ہو تو ہر طاقت ور اپنے سے کمزور کو قتل کرتا پھرے گا، لیکن جب قاتل کو اس بات کا علم ہو گا کہ میرے قتل کرنے کے جرم میں مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا تو وہ اپنی جان بچانے کی غرض سے دوسروں کے قتل سے باز رہے گا۔ اس طرح دونوں ہی زندہ رہیں گے اور پورا معاشرہ زندہ رہ سکے گا۔ وہ مسلم ممالک جہاں جرم و سزا کا اسلامی قانون نافذ ہے وہاں جرائم کی شرح دوسرے ملکوں کی نسبت نہایت کم ہے۔ مختصر یہ کہ کسی بھی معاشرہ میں امن و سکون اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جبکہ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی صحیح روح کے ساتھ صحیح تناظر میں نافذ کیا جائے۔ ان نکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنیادی عقائد پر قائم ہونے والا معاشرہ ایسے خصائص کا حامل ہوتا ہے جو انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتا ہے۔ اس معاشرہ میں جواب دہی کا تصور اور ختم نبوت سے تہذیبی روایتوں کا استحکام اسلامی معاشرہ کو عالمگیریت اور جامعیت عطا کرتا ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ابن منظور، *لسان العرب*، ج3، تحقیق: عامر احمد حیدر، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 2005ء)، 533۔

2۔ الجوہری، اسماعیل بن حماد، *الصحاح* (تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ)، ج2، تحقیق: احمد عبدالغفور عطار، (بیروت، دار العلم للملایین، 1978ء)، 747۔

3۔ قرطبیؒ، *الجامع لاحکام القرآن*، ج8، تحقیق: عبدالرزاق المہدی (کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، ندارد سن)، 87۔

4۔ ایضاً۔

5۔ علامہ مصطفوی، *التحقیق فی کلمات القرآن الکریم*، ج8 (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 2009ء)، 166۔

6۔ مولوی فیروزالدین، *فیروز اللغات*، (لاہور، فیروز سنز، 2012ء)، 1322۔

7۔The New Oxford Illustrated dictionary, *Oxford*, Oxford University + Bay Books, Sunday, (1978),1602.

8۔ محمد بن اسماعیل، البخاری، *الجامع الصحیح*، کتاب الادب، باب تعاون المومنین بعضھم بعضا، (الریاض، بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع، 1419ھ/1998ء)، حدیث 6026۔

9۔ ایضا، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعۃ، حدیث 50۔

10۔ الہیثمی، نورالدین علی بن ابوبکر، *مجمع الزوائد ومنبع الفوائد*، ج9، (بیروت، دار الکتاب العربی، 1402ھ)، 347۔

11۔ ابن جوزی، جمال الدین عبدالرحمٰن، *حیات فاروق اعظمؓ*، مترجم: شاہ حسن عطا، (کراچی، نفیس اکیڈمی، اُردو بازار، 1989ء)، 160۔

12۔ قریشی، ڈاکٹر محمد اسحاق، *عقائد وارکان*، (لاہور، مکتبہ جمال کرم، 2006ء)، 77-78۔

13۔ البخاری، *الجامع الصحیح*، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، حدیث 7281۔

14۔ نعمانی، شبلی وندوی، سید سلیمان، *سیرۃ النبی ﷺ*، ج3، (لاہور، ادارہ اسلامیات، 1423ھ/ 2002ء)، 375۔

15۔ البخاری، *الجامع الصحیح*، کتاب الحدود، باب الرجم بالمصلی، حدیث 682۔

16۔ ایضا، کتاب الادب، باب ماینھی عن التحاسد والتدابر، حدیث 6064۔

17۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، *سنن ابی داؤد*، کتاب الوتر، باب ما یقول الرجل اذا سلم، (الریاض، بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع، سن ندارد)، حدیث 1508۔

18۔ البخاری، *الجامع الصحیح*، باب رحمۃ الناس والبھائم، حدیث 6011۔

19۔ ایضا، باب تعاون المومنین بعضھم بعضا، حدیث 6026۔

20۔ ایضا، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ، حدیث 13۔

21۔ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی شفقۃ المسلم علی المسلم، (الریاض، بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع، سن ندارد)، حدیث 1927۔

22۔ایضاً، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ الھجر للمسلم، حدیث 1932۔

23۔ایضا، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی مواساۃ الاخ، حدیث 1933۔

24۔الفیروزآبادی، مجدالدین محمد بن یعقوب، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، ج2، تحقیق: محمد النجار، (بیروت، المکتبۃ العلمیۃ، سن ندارد)، 213۔

25۔الفیروزآبادی، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، 2،300۔

26۔ مسلم، ابن الحجاج النیشابوری، صحیح مسلم، باب بیان ان الدین النصیحۃ، (الریاض، بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع، 1419ھ/1998ء)، حدیث 95۔

27۔البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب فی قول النبی ﷺ، حدیث 58۔

28۔ابن حنبل، احمد، مسند الامام احمد بن حنبل (الریاض، بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع، 1422ھ/2006ء)، حدیث 15493۔

29۔البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب استرعی رعیۃ فلم ینصح، حدیث 6731۔

30۔ محمد طاہر، پٹنی، مجمع بحار الانوار، ج3، (المدینۃ المنورۃ، مکتبہ دارالایمان، سن ندارد)، 573۔

31۔عمادالدین ابوالفداء اسماعیل، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (کویت، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، 1420ھ/2000ء)، 508۔

32۔الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الفتن، باب منہ، حدیث 2173۔

33۔ نسائی، ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب، سنن النسائی، کتاب الایمان وشرائعہ، باب تفاضل اھل الایمان (الریاض، بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع، سن ندارد)، حدیث 5011۔

34۔ مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث 50۔

35۔ ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، حدیث 1921۔

Bibliography

1) Al-Bukhari, Muhammad bin Ismael, *Al-Jame' al-Sahih*: Al-Riyadh: *Baitul Afkar Ad Dauliyah*, 1419/1998.
2) Abu Dawood, Sulaymān ibn al-Ash'ath, *Sunan Abi Dāwūd*, Al-Riyadh: *Baitul Afkar Ad Dauliyah*, nd.
3) Al-Tirmidhi, Muḥammad ibn Īsā, *Jami' al-Tirmidhi*, Al-Riyadh: *Baitul Afkar Ad Dauliyah*, nd.
4) Al-Haythami, Ali ibn Abu Bakr, *Majmau' al-Zawa'id wa Manba' al-Fawa'id*, Beirut: *Dar Al Kitab Al Arabi*, 1402.

5) Allama Mustafawi, *Al-Tahqiq fi Kalimat al-Quran al-Karim*, Beirut: *Dar Al-kotob Al-Ilmiah*, 2009.
6) Al-Jawhari, Isma'il ibn Hammad, *Al-Sihah(Taj al-Lugha wa Sihah al-Arabiya)*, Tehqiq: Ahmad Abdul Ghafor Attar, Beirut: *Dar ul Ilm lil malayeen*, 1978.
7) Al-Fairuz Abadi, Majid al-Din Muḥammad ibn Ya'qub, *Basair Zawi Al-Tamyeez Fi Lataif Al-Kitab Al-Aziz*, Tehqiq: Muhammad Al-Najjar, Beirut: *Al-Maktabah tul Ilimiyah*, nd.
8) Ibn Manzūr, *Lisan al-Arab*, Tehqiq: Aamir Ahmad Haider, Beirut: *Dar Al-kotob Al-Ilmiah*, 2005.
9) Ibn Kathir, Imād Al-Dīn Abu'l-Fidā Ismāīl,*Tafsir Al-Qur'an Al-Azim*, Kuwait: *Jamiah Ahyah Al-Turas Al-Islami*, 1420/2000.
10) Ibn al-Jawzi, Jamal ud-din Abdul Rehman, *Hayat Farooq Azam*, Translation: Shah Hasan Atta, Karachi: *Nafees Academy*, Udru Bazar, 1989.
11) Ibn Hanbal, Ahmad, *Musnad al-Imam Ahmad bin Hambal*, Al-Riyadh: *Baitul Afkar Ad Dauliyah*, 1422/2006.
12) Muslim, Ibn al-Hajjaj Nishaburi, *Sahi Muslim*, Al-Riyadh: *Baitul Afkar Ad Dauliyah*, nd.
13) Nisai, Abi Abdul Rehman Ahmad bin Shoaib, *Sunan Al-Nisa'i*, Al-Riyadh: *Baitul Afkar Ad Dauliyah*, nd.
14) Qurtubi, *Al Jami'a li Ahkam-il-Quran*, Tehqiq: Abdul Razaq al Mehdi, Quetta: *Maktaba Rashidia*, nd.
15) Maulvi Ferozuddin, *Feroz Ul Lughat*, Lahore: *Feroz Sanz*, 2012.
16) Shibli Naumani wa Syed Suleman Nadvi, *Seerat un Nabi (S.A.W)*, Lahore: *Idara Islamiat*, 1423/2002
17) Patni, Muhammad Tahir, *Majma Bihar al-Anwar*, Al-Madinah Al-Munawwarah: *Maktaba Darul Iman*, nd.
18) Qureshi, Doctor Muhammad Ishaq, *Aqaid wa Irkan*, Lahore: *Maktabah Jamal Karam*, 2006.
19) The *New Oxford Illustrated dictionary*, Oxford: Oxford University + Bay Books, Sunday, 1978.